درسِ حدیث
ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

ارشادات حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

مقامات عبدیت و الوہیت

حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے دارالعلوم حقانیہ میں اپنی تشریف آوری کے موقع پر طلباء و اساتذہ دارالعلوم کی خواہش پر بروز اتوار ۲۰ رجب ۸۸ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۸ء دارالحدیث ہال میں بخاری شریف کی پہلی اور آخری حدیث پر نہایت حکیمانہ اور عالمانہ درس دیا۔ دارالحدیث اور اس کے باہر برآمدے اہلِ علم و فضل سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ ہال پر ایک عجیب نورانی فضا چھائی ہوئی تھی۔ علوم و معارفِ قاسمیہ کا یہ فیضان تقریباً عصر تک جاری رہا۔ یہ تقریب ایک گونہ دارالعلوم کی طرف سے استقبالیہ تقریب بھی تھی، اس لئے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی طرف سے دارالعلوم کے مدرس مولانا شیر علی شاہ نے عربی زبان میں ایک فصیح و بلیغ سپاسنامہ بھی پیش کیا۔ حضرت حکیم الاسلام مظہرِ انوارِ قاسمیہ مدظلہ کی تقریر کے تمہیدی کلمات اپنے اور اکابرین دیوبند کی تواضع، عجز، انکساری اور بے نفسی کا پتہ دیتے ہوتے ہیں ——— حضرت مدظلہ کا درس اس وقت ٹیپ ریکارڈ سے محفوظ کر لیا گیا اور اب اسے من و عن قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ——— ادارہ ———

حدثنا الحمیدی (الی قولہ) سمعت عمر بن الخطابؓ علی المنبر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ ——— عن ابی ھریرۃؓ قال قال النبیؐ کلمتان حبیبتان الی الرحمان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

بزرگانِ محترم! یہ مجلس کسی وعظ یا تلقین کی، یا کوئی اجتماعِ عام نہیں ہے۔ بلکہ مجلسِ درس ہے۔ اور اس لئے میں نے صحیح بخاری کی دو حدیثیں تلاوت کی ہیں۔ ایک بالکل ابتدائی اور ایک بالکل انتہائی ——— ابتداء اور انتہا کے بیچ میں ہوتا ہے وسط کا حصہ۔ تو اس اعتبار سے تقریباً

پوری بخاری میں نے آپ کے سامنے تلاوت کردی معنیً دکھا

تمہید | سپاس نامہ میرے لئے دستاویز ہے، دنیا و آخرت کی نجات ہے۔ اس لئے کہ پیش کرنے والے، جن کا نام مبارک لیا گیا حضرۃ مولانا (عبدالحق) مدظلہ ہیں۔ میں انہیں اپنے اساتذہ کے طبقے میں سمجھتا ہوں۔ اس لئے ان کا سپاسنامہ درحقیقت شفقت نامہ ہے۔ سپاسنامہ تو کسی چھوٹے کیطرف سے ہوتا ہے بڑوں کیطرف سے محض شفقت اور حوصلہ افزائی اور اظہار برکت کے لئے ہوتا ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ: انتم شهداء الله في الارض۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو اگر یہ کاری گواہ کسی بُرے کی نسبت بھی شہادت دے کہ وہ اچھا ہے تو وہ عنداللہ اچھا ہی ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان حضرات کی شہادت اور ان کی کریم النفسی یا حوصلہ افزائی میں اسے سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ کی زبان ہے، اہل اللہ کی زبان سے جو کچھ ادا ہو رہا ہے وہ انشاء اللہ من اللہ ہے۔ اور میں کتنا ہی نالائق سہی لیکن جب ایسے پاکیزہ لوگ گواہی دیں گے تو خدا ہی کی تو اللہ کے ہاں کیا بڑی بات ہے کہ اللہ کسی نالائق کو لائق بنا دے کسی بُرے کو اچھا بنا دے۔ لیکن درس کے مناسب حال نہیں تھا سپاسنامہ۔

اس کے علاوہ میں یہاں دارالعلوم حقانیہ حاضر ہوا تو میں اسے اپنا گھر سمجھتا ہوں، اور میں یوں سمجھتا ہوں کہ دارالعلوم دیوبند میں بیٹھا ہوا ہوں، میں تو خود آپ کے گھر کا ایک جز ہوں۔ تو اپنے گھر میں کسی کو سپاسنامہ تھوڑا ہی دیا جاتا ہے، یہ تو غیر کو دیا جاتا ہے

ہماری برادری | برادری منتشر ہے مختلف جگہوں میں، لیکن افراد کے انتشار سے خاندان منتشر نہیں ہوتا، علمی خاندان ہمارا بھی ایک ہی ہے، اجزاء اس کے منتشر ہیں، کچھ دیوبند کچھ پاکستان میں کچھ برما میں کچھ افریقہ میں۔ وہ سارے افلاذ کبد ہیں جو مختلف جگہوں میں پھیلے ہوئے ہیں اصل ہم سب کی ایک ہی ہے جسکو دارالعلوم دیوبند کہا جاتا ہے، اس واسطے جیسے آپ اسکی شاخیں ہیں۔ میں بھی اس کی ایک شاخ ہوں۔ تو میں اپنی برادری میں آیا، بھائیوں میں آیا، اور بھائیوں میں سپاسنامہ عزت افزائی تو الگ چیز ہے، مگر ایک رسمی سی بات ہے۔ لیکن چونکہ اہل الحق پیش کر رہے ہیں، اس لئے اسے رسم بھی نہیں سمجھتا۔ میں سمجھتا ہوں یہ حقیقت ہے اور جو کچھ ارشاد فرمایا گیا یہ اعماق قلب سے ارشاد فرمایا۔ یہ زبان اور قلم نے حرکت نہیں کی۔ بلکہ دل کی حرکت ہے۔ اور دل سے جب ایک چھوٹے اور نالائق کو اچھا کہا گیا۔ تو انشاء اللہ وہ عنداللہ اچھا بن جائے گا۔

تو میں نے اس وقت بجائے کسی تقریر کے جو جلسے کا موضوع ہوتا ہے۔ صحیح بخاری کے

دو حدیثیں تلاوت کیں، اور اسی سلسلے میں چند کلمات طالبعلموں کے سامنے گذارش کروں گا۔ میرے مخاطب یہ حضرات اساتذہ نہیں ہیں۔ یہ تو خود میرے استادوں کے طبقے میں ہیں۔ میری بات چیت طلبہ سے ہے جو برادری کے بھائی ہیں —— علم میں بیشک آپ مجھ سے افضل ہیں۔ تازہ ہے علم۔ اور مجھے تو پڑھے ہوئے بھی ہوگئے چالیس برس، بھول بھال بھی گیا کہ کیا پڑھا تھا، انتظامی سلسلے کے جھگڑوں میں پھنس کر وہ نوعیت بھی نہیں رہی۔ تو اس واسطے ایک بھائی تو ہوں، مگر ایک جاہل قسم کا بھائی ہوں۔ آپ بحمداللہ علماء ہیں، علم تازہ ہے۔ تاہم چونکہ آپ نے اس جگہ بٹھلا دیا، اس واسطے اسی کے مناسب حال یہ روائتیں میں نے تلاوت کیں۔

امام بخاریؒ اور انکی کتاب کی عظمت | امام بخاریؒ کی جلالت شان اور جلالت قدر اس سے کون مسلمان ناواقف ہے۔ اور اہل علم میں کون ہے جو ناواقف ہو۔ اور ان کی تصنیف یا تالیف صحیح بخاری اسکی عظمت وجلالت پوری امت پر واضح ہے۔ امت نے اجماعی طور پر تلقی بالقبول کی ہے، اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہونے کی شہادت دی ہے۔ اس لئے مؤلف بھی جلیل القدر۔ کتاب بھی جلیل القدر۔ اور کتاب کا جو موضوع ہے وہ ہے حدیث یعنی کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ واقوالہ وتقریراتہ۔ اس لئے موضوع بھی مبارک، مصنف بھی مبارک، تصنیف بھی مبارک۔ حق تعالیٰ ہم سب کو بھی مبارک بنا دے۔ کہ جب اُن کے سلسلے سے ہم سامنے آرہے ہیں۔

امام بخاریؒ کی یہ صنعت تمام محدثین میں امتیازی طور پر معروف ہے۔ نسائیؒ کو کہتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نقش قدم اختیار کیا امام بخاریؒ کا۔ مگر بہرحال اصل اصل ہے اور فرع فرع ہے۔ صحیح بخاری کی' یہ بہت اونچی چیز ہے۔ اور تراجم البخاری یہ تو فی الحقیقت فقہ کا ایک مستقل باب ہے۔ فقہ البخاری فی تراجمہ —— تو امام بخاریؒ محدّث بھی ہیں اور فقیہ بھی، اور اجتہاد کے رتبے کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں نے تبرکاً پہلی حدیث بھی تلاوت کی، اور آخر کی بھی تلاوت کی۔

عمل اور اس کے درجات | دونوں روایتوں کے بارے میں تفصیل سے گفتگو کرنے کا موقع نہیں، نہ وقت ہے، نہ اب اتنی طاقت ہے۔ لیکن اتنی بات بالاجمال میں عرض کئے دیتا ہوں کہ آدمی کے لئے عملی دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں، ایک عمل اور ایک اس کا ثمرہ۔ اور پھر عمل کے درجے میں بھی دو چیزیں ہیں۔ ایک مصدرِ عمل اور ایک مظہرِ عمل۔ مصدرِ عمل وہ چیز ہے جس سے عمل شرعی صادر ہوتا ہے، ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور مظہرِ عمل وہ ہیئت کذائی ہے عمل کی جس میں

رہ کر ہم اور آپ عمل انجام دیتے ہیں۔ تو مصدرِ عمل درحقیقت نیّت ہے انسان کی کہ جس سے عمل سرزد ہوتا ہے۔ اور عمل کی قبولیت، نامقبولیت اسی نیّت پر موقوف ہے۔ اچھے سے اچھا عمل ہو۔ لیکن نیّت خراب ہو وہ بُرا بن جاتا ہے۔ اور بُرے سے بُرا عمل ہو، لیکن وہ نیّت کی صحت سے انجام پائے تو آدمی کبھی موردِ ملامت نہیں ہوتا۔ وہ عمل بھی مقبول ہو جاتا ہے۔ اس لئے سب سے بڑی چیز نیت ہے۔ کہ جس سے عمل کا صدور ہو۔ اور ایسے پاک عمل کا ثمرہ یہ ہے کہ اللہ کے ہاں جو میزانِ عمل ہے وہ بھاری پڑ جائے۔ نیک اعمال ہی سے وزن پیدا ہوگا میزان میں۔ بُرے اعمال کا وزن نہیں ہے۔ بلکہ بُروں کو تولنے کی بھی ضرورت نہیں، جب اچھے اور بُرے جمع ہوں گے تو تبھی ضرورت پڑے گی تولنے کی۔ تاکہ توازن قائم ہو جائے تو کفار کے اعمال تولنے کی حاجت نہیں وہ تو کفر میں مبتلا ہیں۔ ہر عمل ان کا ناپاک ہے مصدر کی وجہ سے۔ تو عمل اس دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں، ایک مصدرِ عمل اور ایک ثمرۂ عمل۔ تو امام ہمامؒ نے ابتدا میں حدیث نقل کی نیّت کی۔ کہ انما الاعمال بالنیات وانما لامرئٍ مانوی ۔ الخ

عنداللہ عمل کی مقبولیت کی بنیاد | تو نیّت گویا بنیاد ہے، عمل کا ظہور درحقیقت اسی نیت سے ہوتا ہے۔ قبولیت بھی اسی نیّت پر موقوف ہے۔ یہ الگ چیز ہے کہ بعض اعمال بلا نیّت کے صحیح ہو جائیں، اور معتبر ہوں لے شریعت۔ لیکن اجر و ثواب آخرت کا بغیر نیت کے مرتب نہیں ہوگا۔ وضو اگر آپ بلا نیت کے بھی کریں تو مفتاحِ صلوٰۃ تو بن جائیں گی، لیکن اجر مرتب نہیں ہوگا جب تک کہ نیّت نہ ہو دحضور کے اندر تو عنداللہ قبولیت کا معیار درحقیقت نیت پر ہے۔ صحت کا معیار فتوی ہے۔ اس میں بعض اعمال بغیر نیت کے صحیح بھی نہیں ہوتے۔ بعض صحیح ہو جاتے ہیں گو ان پر اجر مرتب نہ ہو۔

ہمارے اعمال میں نیّت کا حصہ | بہرحال قدرِ مشترک کے طور پر نیّت بنیادی چیز ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ نیۃ المرء خیر من عملہ۔ نیّت آدمی کی اس کے عمل سے بہتر ہے۔ بعض احادیث میں فرمایا گیا کہ یوم محشر میں بعض لوگ حاضر ہوں گے، حق تعالیٰ فرمائیں گے ملائکہ سے کہ لکھ دو انہوں نے عمر بھر تہجّد پڑھی ہے، عرض کریں گے ملائکہ کہ انہوں نے ایک دن بھی تہجّد نہیں پڑھی۔ فرمایا روزانہ سوتے وقت نیّت کرتے تھے آج ہم پڑھیں گے، مگر آنکھ نہیں کھلتی تھی لہٰذا لکھ دو کہ ساری عمر انہوں نے تہجّد پڑھی۔ تو نیّت انسان کی بنیاد ہے عمل کی، دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے۔ کہ آدمی پہلے عمل دل سے کرتا ہے، پھر ہاتھ پاؤں سے، اور وہی

دل کا عمل بنیاد ہے، جس سے ہاتھ پیر کا عمل ظاہر ہوتا ہے۔ تو قلب سے عمل کرنے کی صورت نیت ہے، اور قالب سے عمل کرنے کی ہیئت کذائیہ ہے، جو شریعت نے ارشاد فرمائی۔ تو پہلے ہر عمل قلب سے ہوتا ہے۔ اور پھر قالب سے انجام پاتا ہے، اور وہ قالبی عمل منطبق ہوتا ہے، اس باطنی عمل پر۔ رخ ہیں دو۔ عمل ہے درحقیقت ایک۔ باطنی رخ اس کا نیّت ہے۔ اور ظاہری رخ اسکی وہ ہیئت عمل ہے۔ تو امام ہمام نے سب سے پہلی حدیث ایسی بنیادی نقل کی، کہ کوئی عمل ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیّت کا دخل نہ ہو، اور اس کے اجر و ثواب کا تعلق نیّت سے نہ ہو۔ ترتیب یوں ہوگئی کہ پہلے نیّت درست کرا دی، اس کے آگے ابواب ایمان، ابواب علم، پھر ابواب زکوٰۃ اور دیگر ابواب بیان کئے۔ ان سب کا مصدر نیّت ہی تبلا دیا۔ تو کلاً وہ سارے ابواب اس کے نیچے آ گئے۔

اعمال پر اجر کا ترتب | اخیر میں چیز تھی عنداللہ قبولیّت اور اجر کا ترتب۔ تو حدیث نقل کی:-

كلمتان حبيبتان الى الرحمٰن خفيفتان على اللسان ثقيلتان فى الميزان
سبحان الله و بحمده سبحان الله العظيم

دو کلمے ہیں جو زبان پر نہایت ہلکے، ان کے ادا کرنے میں نہ وقت لگتا ہے، نہ دشواری۔ ایک کلمہ سبحان اللہ وبحمدہ اور دوسرا کلمہ سبحان اللہ العظیم۔ ہلکے ہلکے دو کلمے جو ادائیگی میں نہایت ہلکے، زبان پر نہایت لطیف، لیکن ثقیل ہیں بلحاظ اجر کے۔ میزان عمل کے اندر جو وزن ان کا ہوگا، وہ دوسرے اعمال کا نہیں ہوگا۔ کیوں ہیں یہ وزنی ـــــ؟

مقامات الوہیّت | بنا وزن کی درحقیقت یہ ہے ان کے ثقیل ہونے کی کہ اس حدیث میں مقامات الوہیت کا بیان ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ اتنے عظیم ہیں کہ کائنات کی کوئی چیز مخلوق کے لگ بھگ بھی نہیں ہو سکتی، تو انتہائی بات یہ ہے کہ مقامات الوہیت ان دو کلموں کے ذریعہ بیان فرمایا۔ گویا یوں کہنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ اجزا سے پاک ہے، وہ نہ بسیط ہے، نہ مرکب۔ ہر چیز سے وراء الوراء۔ لیکن مقامات حق تعالیٰ شانہٗ الوہیت کے۔ وہ ظاہر بات ہے کہ لا محدود ہیں۔ حد کمال انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے۔

مقام تنزیہ | حق تعالیٰ کے مقامات میں سب سے پہلی چیز ہے، تنزیہ۔ یعنی ہر عیب سے پاک۔ ہر برائی سے بری۔ ہر کمال کا سرچشمہ۔ تو حق تعالیٰ کا تنزیہ اور اسکی پاکی بیان

کہنا یہ ظاہر ہے کہ مقامات الوہیت میں سے ایک مقام ہے۔ خدا کہتے ہی اسی ذات کو ہیں جو ہر برائی سے پاک ہو۔ الخیر کلہ منک والیک والشر لیس الیک۔ ہر خیر کا سرچشمہ وہ ہے اسی سے خیر چلتی ہے۔ ہر شر سے بری و بالا ہے ـــ ذات بھی پاک ہے سر سے اور باہر کی شر بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی۔ تو وہ ہر حیثیت سے وراء الوراء ہے۔ تو پہلا مقام الوہیت کا یہ ہے کہ وہ خدا ذات برتر کہ پاک ہو ہر عیب سے۔ ظاہری، باطنی، خفی، جلی، کوئی شائبہ عیب کا نقص کا وہاں تک نہیں جاسکتا۔ اسی کو کہا جاتا ہے تنزیہ۔ اور تنزیہ کے لئے شریعت نے جو کلمہ رکھا ہے، وہ ہے کلمہ تسبیح کا۔ یعنی سبحان اللہ، کہ اللہ پاک ہے ہر عیب سے۔ تو پہلی چیز مقام الوہیت میں تنزیہ ہے۔ اور سبحان اللہ کہنا یہ گویا اشارہ ہے کہ ہم پاکی بیان کر رہے ہیں حق تعالیٰ کی۔ ظاہر بات ہے جب ایک ذات بابرکات وہ ہے جو ہر عیب سے پاک اور بری ہے۔

اب آگے رہ جاتی ہیں خوبیاں، تو جہاں بھی جو خوبی ہے، وہ اسی کی ذات کی آئے گی۔ اگر علم آپ دیکھیں گے۔ تو اصل علم حق تعالیٰ کا ہے۔ اس کا پرتو پڑتا ہے، تو دوسرے عالم کہلانے لگتے ہیں، قدرت درحقیقت اس کی ہے اس کا پرتو پڑا تو ملائکہ قادر کہلانے لگے، کہ پل بھر میں آسمان سے زمین اور زمین سے آسمان پر۔ علم ان کا حقیقی، اصلی اور ذاتی ہے، اس کا پرتو ہم آپ بھی عالم کہلانے لگے۔ اور مظہر علم انسان کو بنا دیا حق تعالیٰ نے۔ رفیع المرتبہ اور رفعت اور عظمت ان کی شان ہے۔ اس کا کوئی پرتو آسمانوں پر پڑا تو رفعت والے ہو گئے۔ تمام اونچے بن گئے اور برتری ان کی ثابت ہو گئی ـــ تو سرچشمہ کمالات کا اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ حمد و ثنا کمال پر ہی کی جاتی ہے۔ نقص اور عیب پر کوئی کسی کی حمد و ثنا نہیں کرتا۔ تو حمد و ثنا کے معنی یہ ہیں کہ جمیل اختیاری پر حمد کیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہ، تمام کمالات کا سرچشمہ ہے۔ ساری برکتوں کا مصدر۔ اس لئے تعریفیں بھی اسی کے لئے ہوں گی، حمد و ثنا بھی اسی کے لئے ہو گی۔ جس کی بھی ثنا کی جائیگی وہ درحقیقت انجام کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی ثنا ہو گی۔ کیونکہ اسی کا کمال تھا جو ظاہر ہوا کسی دوسرے میں، تو حمد و ثنا کے اظہار کا طریقہ درحقیقت تحمید ہے، اور اس کے لئے الحمد للہ کا کلمہ رکھا گیا ـــ تو سبحان اللہ کا کلمہ ہے تنزیہ بیان کرنے کے لئے۔

مقامِ تحمید | دوسرا مقام ہے تنزیہ کا عظمت بیان کرنے کا۔ اس لئے تحمید رکھی

گئی ہے، اور کلمہ رکھا گیا الحمدللہ۔ اس واسطے قرآن کریم میں جگہ جگہ ارشاد فرمایا گیا مختلف عنوانوں سے، فسبّحوہُ بکرۃً وعشیاً۔ فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیاً وحین تظہرون۔

تو تسبیح اور تحمید، حمد اور تسبیح کرنا جگہ جگہ اس کا ذکر گیا۔ تو سبحان کا کلمہ مقام تنزیہ کو ظاہر کرتا ہے، اور الحمدللہ کا کلمہ مقام تنزیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اب ظاہر بات ہے جو ذات اقدس ہر عیب سے بری اور ہر کمال کا سرچشمہ ہو تو عظمت اور بڑائی بھی اسی کے لئے ہوگی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ عظمتوں کا سرچشمہ تو وہ ہو اور بڑھائی کسی اور کی ہو جائے عظمت اور کبریاء کسی اور کیلئے ہو۔

جو درحقیقت مصدر ہے کمال کا وہی مستحق ہے حمد و عظمت کا، کہ کبریاء و عظمت اسی کی بیان کی جائے۔ اس لئے اسلام نے عنوان رکھا تکبیر کا، اور صیغہ رکھا اس کے لئے اللہ اکبر کا، تاکہ اللہ کی عظمت بیان کی جائے کہ اکبر من کل شئی۔ ہر چیز سے وہ بڑا ہے۔ اور نہ صرف اضافۃً بڑا ہے۔ بلکہ حقیقۃً بڑا ہے کہ بڑائی ہے وہی اس کے لئے، جسمیں کوئی بڑائی آئی ہے، اس کے نامزد ہوگیا کوئی تو اس میں بڑائی آگئی۔ اس کے نام سے کٹ گیا، اس میں بڑائی ختم ہوگئی، تو بڑائی اور عظمت و کبریاء درحقیقت اسی کے لئے ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے، فرمایا گیا: الکبریاء ردائی والعظمۃ ردائی فمن نازعنی فیہما قصمتہ۔ تکبر میری چادر ہے۔ بزرگی میری لنگی ہے۔ جو بھی اس میں کھینچا تانی کرے گا میں اس کی گردن توڑ دونگا۔ اسکو نیچا دکھلاؤں گا۔ تو یہ برداشت نہیں کہ کبریاء و عظمت میں کوئی شریک ہو۔ وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کیلئے ہے تو لہ الکبریاء فی السموات والارض اس کے لئے بڑائی و عظمت ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب یہاں ذرا سا ایک طالب العلمانہ شبہ پیدا ہوگا، یا ہوا ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ حدیث میں حکم ہے: تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ کے اخلاق سے متخلق بنو۔ وہ کریم ہے تو تم بھی کریم بنو۔ وہ رحیم ہے تو تم بھی رحیم القلب بنو۔ وہ حافظ، وہ حفیظ ہے تو تم بھی اپنوں کی نگہداشت کرو۔ وہ معطی حقیقی ہے تو تم بھی فقیروں کے ہاتھ پر رکھو اور اختیار کرو۔ تو اللہ تعالیٰ کے کمالات سے متکمل بھی بنو، اور اس کے اخلاق متخلق بھی بنو۔ تو شبہ یہ ہوتا ہے کہ متکبر بھی تو اسکی شان ہے، اس میں بھی تخلق ہونا چاہیئے، ہر شخص متکبر بنے، ورنہ کریم النفس بننے سے بھی روکا جائے۔ رحیم ہونے سے بھی روکا جائے۔ اس میں بھی شرک ہوگا۔ تو پھر

اگر ہم تکبر کریں تو ملامت کیوں کی جاتی ہے۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ اللہ کے اخلاق سے متخلق بننا تو عین کمال ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے، کہ تکبر کرنا معاذ اللہ بری بات نہیں ہے۔ نہ کبر بری چیز ہے وہ تو صفت خداوندی ہے تکبر کرنا برا نہیں ہے، جھوٹ بولنا بری بات ہے جو اللہ کے سوا کہے گا میں بڑا ہوں جھوٹا ہوگا، جھوٹ بولے گا ۔۔۔ تو جھوٹ بولنے سے روکا گیا۔ اب ایک ہی ذات کے لئے تکبر سزاوار ہے تو اللہ ہی فرما سکتا ہے۔ انا الکبیر انا المتعال۔ لی الکبریاء۔ بڑائیاں میرے لئے اور عظمت میرے لئے ہے۔ اس کے سوا جو دعوی کریگا۔ لی الکبریاء لی العظمۃ۔ وہ جھوٹا ہوگا، تو جھوٹ بولنا بری بات ہے تکبر کرنا بری بات نہیں ہے۔ مگر جو متکبر بنے گا، جھوٹ بولے گا، اس واسطے روک دیا گیا، پھر یہ کہ کبریاء وعظمت درحقیقت صفات ذات میں سے ہے۔ صفات افعال میں اگر ہم تخلق کریں تو وہ الگ بات ہے۔ لیکن صفات ذات خالقیت میں کوئی کرنے لگے تخلق ۔ تکبر میں یہ ایسا ہے جیسے ذات کی برابری کوئی چاہتا ہو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس واسطے روکا گیا کہ تکبر نہ کیا جائے اسکی اجازت نہیں دی جائے گی۔ تکبر کرنے والا ہمیشہ محروم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جھوٹا ہوتا ہے، کسی کو تکبر کی اجازت نہیں ہے۔

توحید | تو جو ذات پاک ہو تمام عیوب سے تنزیہ اسی کے لئے ہے، جو ذات سرچشمہ ہو ساری خوبیوں کا تو یہ اسی کے لئے ہے۔ جو ذات ساری خوبیوں کی مالک ہو عظمت وکبریاء اس کے لئے ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جب ذات وہ مان لی کہ ہر عیب سے بری اور ہر کمال سے متصف وموصوف اور ذاتی طور پہ ہر بڑائی اور عظمت اس میں تو پھر یکتا بھی تو وہی ہوگا، جب ایسی ذات کوئی دوسری نہیں ہے تو اس ذات کو یکتا کہا جائیگا۔ جب کا کوئی شریک نہیں، برابر نہیں۔ کوئی ند نہیں، کوئی ضد نہیں، کوئی اس کے لگ بھگ نہیں۔ تن تنہا ایک ہی ذات بہ کات ہے جو ایک بھی ہے اور یکتا بھی نہ اسکی ذات جیسی ذات، نہ اس کے افعال کے افعال جیسے افعال، نہ اسکی شیون جیسے شیون۔ تو ہر چیز کے اندر وہ یکتا ہے۔ اسی کا نام ہے شریعت کی اصطلاح میں توحید۔ توحید کے معنی محض ایک ہونے کے نہیں، ایک تو اپنی اپنی ذات میں ہم اور آپ سبھی ہیں۔ توحید کے معنی یکتا کے ہیں کہ کوئی مثل نہیں کوئی نظیر نہیں۔ لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر۔ تو درحقیقت توحید کی بنائیں تین ہیں۔ ایک تنزیہ مطلق، ایک تنزیہ مطلق، ایک تعظیم مطلق عظمت بھی اسکی اور پاکی بھی اسکی اور

مصدر کمالات ہونا بھی اُسی کا ۔ تو جو ذات پاک بھی ہے ، جو ذات خوبیوں کا مصدر بھی ہے ، جو عظمت والی بھی ہے ۔ تو معبودیت بھی اسی کی ہوگی ۔ یکتا اسی کو کہا جائے گا ۔ پھر عبادت بھی اسی کی ہوگی ، دوسرے کی نہیں ہوسکتی ، یہی معنی ہیں توحید کے کہ توحید ذات کے لحاظ سے بھی ہو کہ صفات کے لحاظ سے بھی اور افعال کے لحاظ سے بھی کہ اس کا کوئی شریک نہ ہو ، شیون بھی اسکی بے مثل اور بے نظیر لیس کمثلہ شئی ۔ تو مقامات الوہیت چار نکل آئے ایک تنزیہ جو ادا ہوتی ہے ۔ سبحان اللہ سے ایک تنزیہ جو ادا ہوتی ہے ۔ الحمد للہ سے ایک کبریائی عظمت جو ادا ہوتی ہے العلی العظیم سے اور ان تینوں کے مجموعے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ یکتا ہو تو یہ توحید نکلی اس کے لئے ، تو مقامات الوہیت اس حدیث پاک میں بیان فرمائے ، وبحمد اللہ سے الحمد للہ سبحان اللہ سے تسبیح اور سبحان اللہ العظیم میں عظمت اور کبریاء بیان کی گئی ہے اور ان تینوں کا تقاضا یہ ہے کہ وہ یکتا ہو تو توحید بطور ثمرہ کے ان پر مرتب ہو جاتی ہے ، جیساکہ پہلی حدیث جو امام بخاریؒ نے روایت فرمائی نیت کے بارہ میں وہ مقامات عبدیت ہیں ۔

باقی آئندہ

ختم بخاری ۲۹ر اکتوبر مطابق ، ۱۶ر شعبان بعد از نماز عشاء دار العلوم حقانیہ کی جامع مسجد میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ نے طلبۂ دورۂ حدیث شریف کو بخاری شریف ختم کرائی اور صحاح ستہ کی اجازت دی اس موقعہ پر دار العلوم کے تمام طلبہ اساتذہ اور باہر کے کئی مہمان موجود تھے ۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے فضیلت علم اور احادیث کی ضرورت ، حجیت ، اور مستقبل میں فضلاء دار العلوم کی نازک ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی ، شام کی نماز پر یہ روح پرور تقریب اختتام پذیر ہوئی ۔

سالانہ امتحانات رجب کے آخری ہفتہ میں دار العلوم کے سالانہ تقریری اور تحریری امتحانات شروع ہوئے جو گیارہ شعبان تک جاری رہے ۔ دورۂ حدیث شریف کے امتحانات ۶ر شعبان کو وفاق المدارس العربیہ کے زیر اہتمام شروع ہوئے ۔ مولانا عبد الرؤف صاحب شیخ الحدیث دار العلوم چارسدہ نے وفاق کی طرف سے ناظر امتحانات کے فرائض انجام دئے ۔ دورۂ حدیث میں اس سال ایک سو دس طلبہ نے شمولیت کی ۔ ۱۲ر شعبان سے دار العلوم کے تعلیمی شعبوں میں تعطیل ہو جائے گی ۔ مدرسہ تعلیم القرآن ، دفتر الحق اور دفاتر اہتمام بدستور کھلے رہیں گے ۔

ـــــ ناظم دار العلوم حقانیہ ـــــ

الحق کے مستقل خریدار ادارۂ الحق کے ساتھ خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ۔